سلسلہ ۱۲۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# ایک چونکا دینے والی آیت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

ذیل میں ہم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہٗ کی وہ تقریر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جو مولانا نے ۲۷ر نومبر ۸۸ء کو سفرِ حجاز کے موقع پر جدّہ میں ان ہندوستانیوں پاکستانیوں کے سامنے فرمائی تھی جو وہاں برسرِ روزگار ہیں اور عرصہ سے وہاں رہ رہے ہیں ——— ادارہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا :-

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۝

یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافّۃً ، ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدوٌّ مبین ، فان زللتم

من بعد ما جاءتکم البینٰت فاعلموا

انّ اللہ عزیز حکیم ''

میرے بھائیو، اور میرے دوستو! میں نے آپ کے سامنے قرآنِ کریم کی ایک آیت پڑھی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے ۔

اے ایمان والو! داخل ہو جاؤ سلم میں پورے کے پورے اور شیطان کے نقشہائے قدم کی پیروی نہ کرو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اگر تم سے لغزش ہوئی صاف صاف باتیں آجانے کے بعد تو یاد رکھو کہ خدائے تعالیٰ غالب اور حکیم ہے۔

حضرات: یہ آیت بڑی چونکا دینے والی ہے۔ اللہ سے جنگ کا کیا مطلب ہے۔ کیا اس کا کوئی امکان ہے۔ کیا اس کا کوئی تصوّر کر سکتا ہے، بھلا اللہ سے بندہ جنگ کر سکتا ہے۔ لیکن قرآن میں لفظ یہی استعمال کیا گیا ہے۔ جس سے ہمارے کان کھڑے ہو جانے چاہئیں بلکہ جسم لرز جانے چاہئیں۔ کہ اللہ تعالیٰ جو مالک الملک، خالقِ کائنات، قادرِ مطلق اور محسن و منعم ہے وہ اپنے بندوں سے کہے کہ اے ایمان والو صلح میں داخل ہو جاؤ، پورے کے پورے، ہم سے جنگ، محاذ آرائی اور مقابلہ کی کوئی گنجائش نہیں ہونی چاہیئے!

بظاہر ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ "فی السّلم"، کے بجائے "فی الاسلام"، کہا جاتا یعنی اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ مگر نہیں

یہاں سلم میں داخل ہونے کو کہا گیا یعنی خدا کے ساتھ تمھارا معاملہ فرمانبردلانہ مصالحانہ مطیعانہ اور مکمل ہونا چاہیئے۔ عقائد میں بھی، فرائض وعبادات میں بھی، طرزِ معاشرت اور طریقۂ زندگی میں بھی، تمھیں اللہ کی تعلیمات اور سیدالمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے اور بتائے ہوئے احکام کا پابند ہونا چاہیے اور تعلقات میں بھی اس کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ کہ اللہ کے دشمن سے وفاداری اور اطاعت و فرمانبرداری کا تعلق نہ ہو۔ "اسلام" کا لفظ "سلم" ہی سے نکلا ہے، عربی زبان و لغت کے لحاظ سے "اسلام" کے معنی ہیں اپنے کو حوالہ کر دیا، سلنڈر کر دیا۔ اپنی ہر چیز سے دستبردار ہو گیا۔ اپنی ملکیت سے، خواہش، مصالح و مفادات سے فوائد و ضرر میں فرق کے لحاظ سے اور احساس سے دستبر ہو گیا، اپنے کو خدا کے احکام کے قدموں میں ڈال دیا اور اپنے کو بالکل سپرد کر دیا۔ اور سلم کے معنی صلح کے ہیں۔ قرآن میں دوسری جگہ آیا "وان جنحوا للسّلم فاجنح لھا"، اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جائیے۔ "اسالم من سالم وأحارب من حارب"، مصالحانہ رویہ اختیار کرتا ہوں، اس کے لئے جو مجھ سے مصالحانہ رویہ اپنائے اور مقابلانہ و محاربانہ رویہ اختیار کرتا ہوں، اس کے لئے جو جنگ کرے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دیگر مقامات پر اپنے لئے ایسے پر جلال اور با عظمت الفاظ استعمال کئے ہیں جو لرزا دینے والے اور تھرا دینے والے ہیں مثلاً سود کے

بارے میں آیا۔

"یاایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربوٰا ان کنتم مؤمنین فان لم تفعلو فأذنوا بحرب من اللہ ورسولہ"

ترجمہ:۔ اگر تم نے سود نہیں چھوڑا تو تیار ہوجاؤ اللہ سے لڑنے کے لئے، جنگ کرنے کے لئے۔ اوراسی طرح حدیث میں آیا ہے۔ من آذیٰ لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب۔ میرے کسی دوست اور مقبول بندے کو جو ستائے گا ایذا پہنچائے گا تو میں نے اس کے لئے اعلانِ جنگ کر دیا؛

تو بظاہر یہ دور اور بہت دور کی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ کون سا شامت زدہ اور بدنصیب ہوگا جو خدا سے جنگ کی ٹھانے گا جو خدا سے برسرِ مقابلہ ہوگا۔ لیکن انسانوں کی نفسیات، انسانوں کی زندگی کے تجربات، اللہ ورسول کی تعلیمات کے مقابلہ میں طرزِ عمل اوران کے کردار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے،

اس کا امکان ہے کہ ایک آدمی اسلام کا دعوی بھی کرے، اللہ کا بندہ ہونے کا دعوٰی اور اعتراف کرے۔ اور پھر بعض چیزوں میں اللہ تعالی سے (معاذ اللہ سو بار معاذ اللہ) برسرِ جنگ ہو یعنی کچھ مانے اور کچھ نہ مانے ——— اللہ کے یہاں رزرویشن اور تحفظ کے ساتھ اوراپنی مرضی کو دخل دیتے ہوئے کوئی بندگی کا

تعلق قائم کرے کہ اچھا صاحب، ہم عقائد کو تو مانتے ہیں، بے شک توحید برحق، معاد اور آخرت کا عقیدہ برحق، حساب وکتاب برحق، لیکن معاشرہ میں، تہذیب میں، اپنی گھریلو زندگی میں، اپنے عزیزوں کے ساتھ تعلقات میں، لین دین میں، کاروبار میں، تجارتی معاملات میں ہم آزاد ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، یہ آیت اسی لئے نازل ہوئی ہے۔ اور یہ آیت گویا تازیانۂ عبرت ہے۔ ایک بہت بڑے خطرے کا اعلان ہے کہ خدا فرماتا ہے، اے وہ لوگو جن کو ایمان لانے کا دعویٰ ہے۔ ادخلوا فی السّلم کافّۃ اللہ کے ساتھ پورے طور پر صلح میں داخل ہو جاؤ، یہاں یہ نہیں چلے گا کہ اتنا ہم مانتے ہیں اتنا ہم نہیں مانتے ہیں۔ میٹھا میٹھا تو ہپ ہپ ہے کڑوا کڑوا تھو، یہ نہیں۔ آپ یہی دیکھ لیجئے کہ مسجد میں داخل ہوتا ہے آدمی تو اپنے پورے جسم کے ساتھ داخل ہو جاتا ہے کوئی کہنے لگے کہ صاحب! ہم تو پورے جسم کے ساتھ نہیں آتے، پاؤں رکھتے ہیں مسجد میں، اور بدن رکھتے ہیں باہر، ہم اپنا سر جھکا دیتے ہیں مگر ہمارا بقیہ جسم باہر رہے گا، یا کوئی نماز کے بارے میں کہے کہ قیام تو سر آنکھوں پر، سو بار قیام کرا لیجئے، لیکن جھکنا مشکل ہے رکوع اور سجود سے ہمیں معاف رکھئے۔ اس میں ہمیں انسانیت کی توہین معلوم ہوتی ہے۔ ہمیں اپنی شکست کا احساس ہوتا ہے۔ ہمیں اپنی خودی سے دستبردار ہونا پڑتا ہے۔ تو دوستو! ایسی عبادت نماز

کہلانے کی مستحق نہیں، بلکہ یہ کفر کا ایک کلمہ اور کفر کا ایک رویّہ ہوگا۔

آپ مجھے معاف کریں، معلوم نہیں کہ آپ کیا توقّع رکھتے ہوں گے کہ میں آپ کو خوشخبریاں دوں، بزرگوں کے واقعات سناؤں اور ایسی چیزیں سناؤں کہ آپ یہاں سے اور زیادہ مطمئن ہوکر جائیں۔ ہم مسلمانوں کی کمزوری یہ ہے کہ ہم اطمینان چاہتے ہیں۔ اپنی زندگی کی تصدیق چاہتے ہیں کہ ہماری زندگی پر کوئی مہرِ تصدیق ثبت کر دے کہ ہم اس مقدس سرزمین پر ہیں، ہم سے زیادہ کون خوش قسمت ہوگا، ہم یہ سننا چاہتے ہیں کہ مبارک ہو آپ کو اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ یہاں رہنا نصیب فرمائے۔ آپ بڑے خوش نصیب ہیں لاکھوں اولیاء اللہ اس کی تمنّا کرتے تھے کہ اللہ ہمیں ارضِ مقدّس تک پہنچائے۔ ایک اپنے زمانے کے امام الاولیا مجاہدِ اعظم اور مجدّدِ وقت[1] جس کے ہاتھ پر ۴۰ ہزار لوگ مسلمان ہوئے۔ اور جس کے ہاتھ پر براہِ راست بیعت و توبہ کرنے والوں کی تعداد تیس لاکھ سے کم نہیں اور بالواسطہ سلسلۂ بیعت میں داخل ہونے والوں کی تعداد تو کروڑوں بیان کی جاتی ہے۔ اس زمانے کے بڑے مبصّر، ماہر، مصنّف، اور صاحبِ نظر عالم نے یہ لکھا ہے کہ دوسرے ملکوں میں ایسا صاحبِ کمال اور صاحب تاثیر سنا نہیں گیا وہ شخص جس کی وجہ سے ہزاروں کو ولایت ملی ہو تو تعجب نہیں۔ ان کا حال یہ تھا کہ جب

---

[1] اشارہ ہے حضرت سید احمد شہید کی طرف المتوفی ۱۲۴۶ھ بمطابق ۱۸۳۱ء

وہ آرہے تھے حج کے لئے پہلی بار (اس زمانے میں حج کرنا بڑا مشکل تھا۔ بادبانی جہاز ہوتے تھے) تو ایک جگہ پر کسی نے کہا کہ وہ رہا جزیرۃ العرب، وہ کھجور کا درخت نظر آرہا ہے۔ (خدا جانے وہ جزیرۃ العرب کا کون سا حصہ تھا اور جس کی وجہ سے جزیرۃ العرب محبوب و مکرم ہے اس جگہ سے وہ کتنی دور تھی) تو وہ تاب نہ لا سکے وضو سے تھے، سجدے میں گر گئے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مرنے سے پہلے ہمیں یہ سرزمین دکھا دی۔ اسی طرح بہت سے عابدین و زاہدین یہ تمنا لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے کہ ہمیں اس جگہ پہنچنا نصیب ہو تو ہم اپنی پلکوں سے وہ زمین جھاڑیں گے، اپنے آنسوؤں سے وہ خاک دھوئیں گے ـــــ تو آپ کہیں گے کہ ہم اس سرزمین میں ہیں۔ اس لئے ہمیں خوشخبری سنائیے، ہمیں مبارک باد دیجئے اور دعائیں دیجئے کہ ہم یہاں رہیں پھر کیا بات ہے؛ یہ بے وقت کی شہنائی کیسی؟ ایسی سخت آیت ہمارے سامنے پڑھی گئی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ایمان والو! ہمارا معاملہ کسی دنیاوی حاکم و بادشاہ کا نہیں ہے کہ تھوڑا دے دیا تھوڑا سا ٹیکس ادا کر دیا اس کی تھوڑی سی بادشاہت مان لی۔ اس کی بڑائی تسلیم کر لی تو خوش! اور آپ کے سب کے گناہ معاف، ہماری ذات تو غنی ہے۔ ہم قوی ہیں۔ ہم عزیز ہیں، ہم غالب ہیں، ہم اس دنیا کے پیدا کرنے والے ہیں۔ ہم قسمتوں کے مالک ہیں ہم تقدیر کے بنانے بگاڑنے والے ہیں۔ ہم بیماری اور صحت دینے والے ہیں۔

قل اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشآء وتنزع الملک ممّن تشآء"۔ اے اللہ اے سلطنت کے مالک تیرے اختیار میں ہے تو جس کو چاہے سلطنت سے نوازے اور جس سے چاہے آن کی آن میں پلک جھپکانے میں سلطنت چھین لے۔ اور تاریخ بتاتی ہے کہ ہزاروں برس کی شہنشاہیت جن کا ڈنکا بج رہا تھا جنکا طوطی بول رہا تھا۔ جن کے والیانِ سلطنت کی ایک نگاہ پڑجانا سمجھا جاتا تھا۔ گویا "ھما" اس کے سر پر بیٹھ گئی اور وہ جس کے سر پر سے ہو کر اڑ گئی۔ اس کی تقدیر بدل جاتی تھی مٹی پر ہاتھ رکھ دیں تو سونا ہو جائے پلک جھپکاتے میں اللہ نے ان کی سلطنتوں کا آفتاب غروب کر دیا اور ایسا غروب کیا کہ اس کے بعد کبھی طلوع نہیں ہوا۔ رومتہ الکبریٰ کی تاریخ بتاتی ہے گبن (Gibbon) کی کتاب ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن امپائر

(Decline and fall of the Roman Empire)

آپ پڑھ لیجئے کہ وہ کیا سلطنت تھی، کیا شہنشاہیت تھی۔ کسطرح اس کو زوال ہوا، ساسانی کی سلطنت کی تاریخ پڑھ لیجئے کہ کیا اس کا ڈنکا بجتا تھا۔ اس کا درفش کاویانی اور اس کی آتشِ مقدس، ہندوستان کی سرحدوں تک اس کی سلطنت پہنچی ہوئی تھی اس کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے "فجعلناھم احادیث ومزّقناھم کل ممزّق" ہم نے اس کو افسانہ پارینہ بنادیا اور انکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے

وہ اللہ کہتا ہے کہ صرف اتنا کافی نہیں کہ آپ نماز پڑھ لیجئے، آپ ایک سجدہ کر لیجئے۔ ایک مرتبہ اللہ کا نام لے لیجئے اور اب آپ سے کچھ نہیں پوچھا جائے گا، نہیں ہماری غلامی میں پورے طور پر داخل ہونا پڑے گا، رزرویشن یہاں نہیں ہے، یہ نہیں کہ اتنا ہمارا، اتنا آپ کا۔ یہاں تو سب ہمارا، تمہاری دولت، ہماری عزت، صحت ہماری، تمہارا بدن ہمارا، تمہارا سر ہمارا تمہارا دین و ایمان ہمارا، تمہاری وفاداریاں ہماری۔ گویا ساری کی ساری ہمارا حق ہیں۔ کسی کا حق نہیں ہے۔ ہم جس کی اجازت دے دیں اتنی تم کسی کی اطاعت کرو، ورنہ اصل اطاعت ہماری ہے

یہ بڑی چونکا دینے والی آیت ہے جو ہم نے آپ کے سامنے پڑھی۔ معلوم نہیں کہ پھر کبھی ملنا ہو کہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ عین وقت پر یا کچھ پہلے ذہن میں ڈالتا ہے وہی میں کچھ کہہ سکتا ہوں، یہ آیت میرے ذہن میں آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً ،،

داخل ہو جاؤ صلح میں پورے کے پورے "کافّۃ"، کا تعلق دونوں سے ہے، یعنی سارے احکام کو مانو، اور تم سب مانو۔ ایک نے مانا دوسرے نے نہیں۔ اور ایک کو مانا دوسرے کو نہ مانا، یہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ سب ہمارا ہے۔ ہمیں دے دو، سب ہمارے حوالہ کر دو، عقائد وہ ہوں جو اللہ اور اس کے رسول نے بتائے ہیں۔ اس میں ذرہ برابر فرق نہ ہو۔ کائنات میں کسی اور کا حکم چلے ایسا

نہیں۔ "الا لہ الخلق والامر"، یاد رکھو اس کا کام ہے پیدا کرنا، اور اسی کا کام ہے حکم دینا، وہی پیدا کرتا ہے وہی صحت دیتا ہے، وہی رزق دیتا ہے وہی طاقت دیتا ہے وہی دولت دیتا ہے، وہی عزت دیتا ہے، وہی بیمار کرتا ہے وہی شفا دیتا ہے۔ وہی اولاد کا دینے والا ہے۔ وہی قسمت کا بنانے بگاڑنے والا ہے، اللہ کے متعلق یہ عقیدہ پورا کا پورا ہو کہ اس کی سلطنت میں اس کے اختیارات میں کوئی بڑی ہستی بھی شریک نہیں ہے نہ انبیاء شریک ہیں نہ اولیاء۔ اللہ تعالیٰ کو سمجھو کہ وہ قادرِ مطلق ہے اس کے یہاں کسی کی سفارش نہیں چلتی، اسی طرح اللہ کے رسولؐ کو مطاعِ مطلق مانو، قرآن مجید میں ہے کہ جو لوگ اللہ کے رسولؐ کی کچھ بات مانتے ہیں کچھ نہیں مانتے وہ رسولؐ کے مطیع نہیں ہیں۔

ما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ

ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ

کہ کسی مسلمان کو یہ اجازت نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسولؐ کا کوئی حکم شرعی معلوم ہو جائے تو اس کا کوئی اختیار باقی رہ جائے اور یہ کہے کہ ہمیں ذرا سوچنے اور غور کرنے کا موقع دیجئے۔ فوراً ہم جواب نہیں دے سکتے کہ ہم ضرور مانیں گے نہیں جب معلوم ہو جائے کہ یہ اللہ کے رسولؐ کا منشا اور فرمانِ ناطق ہے۔ یہ ان کا قول ہے صحیح طریقہ سے ہم تک پہنچا ہے تو انسان کا اختیار اور آزادی ختم، اب تو وہی کرنا ہو گا

جو اللہ کے رسولؐ کہتے ہیں۔

آپ مجھے معاف کریں، میں تو ایک اڑتی چڑیا ہوں آیا اور اس شجرۂ طور پر بیٹھ گیا اور اڑ گیا۔ کل ہی یہاں سے خدا کو منظور ہوا تو اڑ جاؤں گا۔ آپ مجھے یہ نہ سمجھئے کہ میں جاسوسی کرتا ہوں یا میں یہاں آکر عیب ڈھونڈھتا ہوں، میں یہاں کے مسلمانوں کے حالات سے واقف ہوں اور زندگی کا جو دھارا بہہ رہا ہے میں اس سے کچھ دور نہیں ہوں، اس لئے میں دیکھتا ہوں کہ عقائد درست ہیں، نمازوں کی پابندی ہے فرائض کی پابندی ہے، لیکن معاشرہ بالکل بگڑا ہوا ہے گھر کی زندگی بالکل اسلام سے بدلی ہوئی ہے۔ وہاں تعیشات کی باتیں ہیں۔ وہاں اسراف ہے۔ حقوق کی پامالی ہے، وہاں بے محل خرچ کرنا ہے۔ اس میں تفریحات کا سامان ہے۔ وہاں ویڈیو ہے جو دن رات کا مشغلہ ہے مسجد میں ہم مسلمان، وہاں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن دوستو! مسلمان صرف مسجد میں نہیں ہوتا، مسلمان تو روئے زمین کے کسی چپے پر ہو، بر و بحر میں ہو اور اگر کبھی خدا چاند پر پہنچا دے (اور اس نے پہنچایا ہے انسانوں کو اپنے دیئے ہوئے علم و طاقت کے ذریعے) وہاں بھی وہ عبد ہے خدا کا بندہ ہے۔ یہاں تک کہ تمام علمائے امت کا اتفاق ہے اس پر کہ تکلیف ساقطہ نہیں ہوتی۔ پیغمبروں سے بھی تکلیف ساقطہ نہیں ہوتی، اور تکلیف کا مطلب کیا ہے شرعی پابندیاں۔ اور قرآن کی آیت واعبد ربک حتی یاتیک الیقین

کی تفسیر تمام مفسّرین نے یہی لکھی ہے۔ کہ اپنے رب کی بندگی کرتے رہو۔ جب تک کہ وفات کا وقت نہ آجائے، چنانچہ حضورؐ وفات کے وقت تک نمازوں کی ویسی ہی پابندی کرتے رہے پوچھتے رہے کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی، کہا گیا نہیں، یارسول اللہ! آپؐ کا انتظار ہے۔ فرمایا پانی لاؤ، غسل فرمایا، مگر چلنے کی طاقت نہیں تھی دو دو مرتبہ، تین تین مرتبہ غسل آپؐ نے فرمایا۔ تیاری کی نہیں ہوسکا توفرمایا: مروا ابابکر فلیصل بالنّاس۔ ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ پھر آپؐ نے بھی نماز پڑھی، اس وقت آپ کا مسواک کرنا ثابت، آپ کا وصیّت کرنا ثابت، آپ کا امّت کو ہدایت دینا ثابت، یہاں تک کہ اللّٰھم رفیق الاعلیٰ۔ اللّٰھم رفیق الاعلیٰ کہتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے۔

اور آج ہم مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ اگر عقائد درست ہیں تو عبادات میں خلل ہے۔ اور اگر عقائد و عبادات دونوں درست ہیں تو اخلاق و معاملات میں بڑی بڑی خندقیں ہیں۔ یعنی رخنے نہیں، شگاف نہیں خندقیں ہیں۔ کھائیاں ہیں پوری پوری خلیج۔ میں نے شارقہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ جتنا خلیج سے واقف ہیں شاید دنیا کے کم لوگ واقف ہوں گے۔ آپ خلیج کے رہنے والے ہیں۔ مگر آپ ایک ہی خلیج کو جانتے ہیں اور یہ وہ خلیج ہے جو، جزیرۃ العرب، کو ایران سے الگ کرتی ہے۔ بیچ میں پانی

ہے۔ میں آپ کو اس سے بھیانک خلیج کی خبر دیتا ہوں وہ خلیج جو اسلام اور مسلمانوں کے درمیان پڑی ہوئی ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے درمیان کئی کئی خلیجیں ہیں۔ عقائد اور عبادات میں خلیج، کتنے لوگ ہیں جو مسلمان ہیں، کلمہ پڑھتے ہیں، لیکن نماز سے ان کو کوئی غرض نہیں، اور بہت سے ہیں جن کے عقائد و عبادات دونوں درست ہیں۔ لیکن اخلاق و معاملات کو وہ فہرست سے بالکل خارج سمجھتے ہیں۔

جھوٹ بولتے ہیں، بے ایمانی کرتے ہیں۔ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں۔ ملاوٹ کرتے ہیں۔ جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی تجارت کو چمکاتے ہیں۔ کسی کے حق کو ہضم کر لیتے ہیں۔ مگر ان کو کوئی باک نہیں ہوتا کیونکہ وہ ان سب باتوں کو دین سے خارج سمجھتے ہیں، اور کتنے لوگ ہیں جو اپنے ماں باپ کے حق کو گھر والوں کے حقوق کو پامال کر رہے ہیں۔ پڑوسیوں سے ان کو کوئی مطلب نہیں کتنے ہیں جن کی زبان میں نہ سچائی ہے نہ راستی و صداقت ہے نہ حلاوت و شیرینی ہے۔

ان کے آس پاس کے لوگ شاکی ہیں، اور شاکی نہیں تو کم از کم شکر گزار نہیں ہیں۔ پھر اس کے بعد کتنے ہیں جن کے نزدیک تعلقات میں سیاسیات میں خدا کے دوست اور دشمن میں، کوئی فرق نہیں ہے۔ ان کے نزدیک صالح اور فاسد میں کوئی فرق نہیں۔

ان کے نزدیک دیندار اور بے دین میں کوئی فرق نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار"، یہاں "رکون" کا لفظ آیا ہے، ان کا ساتھ دینا اور حمایت کرنا تو بڑے دور کی بات ہے۔ ان کی طرف تمہارا جھکاؤ اور میلان بھی نہ ہو جنہوں نے ظلم کا شیوہ اختیار کر رکھا ہے، جنہوں نے حد سے تجاوز کیا ہے، جن کے اندر بے اعتدالی پائی جاتی ہے۔ جن کے اندر حقوق کی پامالی پائی جاتی ہے۔ جن کے دلوں میں خدا کا خوف نہیں ہے۔ جو دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں جو دولت کے پرستار ہیں۔ جو اقتدار کے پرستار ہیں۔ جو اپنی بات چلانا جانتے ہیں، یہ سب باتیں ظلموا کے تحت آجاتی ہیں۔ یہ بات و آیت ہم میں سے بہت سے مسلمانوں کے لئے شاید نئی ہوگی کہ اچھا کہ یہ بات بھی ہے، بہت سخت لفظ ہے "لاترکنوا"، یہ نہیں کہا گیا کہ ان کے ہاتھ پر بیعت نہ کرو، یہ نہیں کہا کہ ان کے غلام نہ بن جاؤ بلکہ ادنیٰ جھکاؤ بھی نہیں ہونا چاہیے۔ ان کی طرف جنہوں نے ظلم کو اپنا شیوہ بنا رکھا ہے۔

کتنے مسلمان ہیں جو اس کو بھی دین کا کوئی شعبہ سمجھتے ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ صاحب! یہ باتیں تو زندگی کی ہیں۔ یہ باتیں تو دین سے باہر ہیں آپ دین کی باتیں کیجئے۔ آپ یہ بتائیے کہ فلاں چیز پڑھنے میں کتنا ثواب ہے۔ فلاں وظیفہ میں کتنا ثواب ہے۔ ذکر و تسبیح

کا کوئی طریقہ بتا دیئے۔ کوئی نفل نماز بتا دیئے، باقی باتوں میں ہم بالکل آزاد ہیں۔ جو ہماری سمجھ میں آئے گا وہ ہم کریں گے۔ اس سے بحث نہیں کہ اس کا ساتھ دینے سے دین کا نقصان ہوگا یا دین کا فائدہ ہوگا۔ اس کا ساتھ دینے سے دین میں سہولت پیدا ہوگی یا دشواری پیدا ہوگی، ان ساری چیزوں کو ہم نے دین کے دائرے سے الگ سمجھ رکھا ہے۔

میرے بھائیو! ، ہم تمام چیزوں میں اللہ کے بندے ہیں، ہمیں احکام اسلام پر چلنا چاہیئے اور اسی کے ساتھ ساتھ ہمیں دیگر مسلمانوں کی بھی فکر رکھنی چاہیئے۔ اسلام کے غلبہ کے لئے ہم دعا کریں، فکر کریں، کوشش کریں، یہ نہیں کہ ہم تو بڑے عابد و زاہد، اپنی ذات سے ہم بڑے دیندار، شریعت کے پابند، لیکن اسلام کس طرف جا رہا ہے۔ مسلمان کس طرف جا رہے ہیں۔ اس وقت اسلام پر کیا گذر رہا ہے؟ اور کیا مسائل مسلمانوں کو درپیش ہیں؟ کن کن ملکوں میں اسلام پر ادبار آیا ہوا ہے؟۔ کن کن ملکوں میں اسلام آزمائش کے دور سے گزر رہا ہے۔ اس سے ہمیں کوئی بحث نہیں۔ حالانکہ من لم یھم بامر المسلمین فلیس منھم۔ جن کو مسلمانوں کے معاملات کی فکر نہ ہو وہ مسلمان نہیں اور مثل المسلمین فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم کمثل الجسد الواحد اذا

اشتکی منہ عضو تداعی لہ سائر الجسد

بالسہر والحمّٰی۔ سارے مسلمان جسدِ واحد

کی طرح ہیں۔ اگر کسی عضو کو تکلیف ہو تو سارے جسم پر بخار چڑھ آئے

سارے جسم کو اس کی تکلیف محسوس ہو!

یہاں اللہ کا فضل ہے، رزق میں فراخی ہے، اللہ مبارک کرے ہمیں اس پر کوئی رشک نہیں۔

لیکن آپ کو اپنے ملک کی بھی فکر کرنی چاہیے، اپنے ملک کے اداروں کی بھی فکر کرنی چاہیئے۔ ملّتِ اسلامیہ جس کے لئے تڑپ رہی ہے۔ اس کی بھی آپ کو فکر کرنی چاہیئے۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ نے جس ملک کی فضا کو گرم کیا اس کراہ کی گرمی آج بھی محسوس کی جا سکتی ہے اس برّصغیر میں، اس پاکستان و ہندوستان میں، جس کے آپ فرزند ہیں۔ اس میں آج بھی اگر اللہ کا کوئی بندہ جائے جس کو خدا نے فہم و ادراک عطا فرمایا ہو، وہ محسوس کرے کہ خواجہ معین الدین چشتیؒ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، خواجہ باقی باللہ اور وہ داعیانِ اسلام جن کی آہوں کی گرمی اب بھی اس کی فضا میں ہے اور زمین میں دیکھا جائے تو ان کی آنکھوں سے نکلی ہوئی تری زمین کے اوپر نہیں تو زمین کے اندر تو نظر آئے گی۔ ان کی وجہ سے اسلام کا درخت آج بھی موجود ہے اگرچہ اس کے سامنے نئے نئے مرحلے پیش آرہے ہیں۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اب بھی وہ درخت باقی ہے۔ اس سرزمین کی بھی آپ

کو فکر کرنی چاہیے کہ آئندہ نسل مسلمانوں کی اسلام پر قائم رہے گی یا نہیں۔ آپ نے اگر اپنی اولاد کے لئے کوئی منصوبہ بنا رکھا ہے آپ نے ان کے لئے کوئی فضا ساز گار کر رکھی ہے۔ مبارک ہو ہم اس میں کچھ نہیں بولتے۔ کوئی دخل نہیں دیتے، مگر آپ جہاں سے آئے ہیں جہاں آپ کے اعزّہ ہیں، جہاں آپ کے خاندان کے افراد ہیں۔ جہاں آپ کی پیدائش ہوئی ہے۔ اس سرزمین کو بھی نہیں بھولنا چاہیے۔
میں کسی مدرسہ کے چندہ کے لئے نہیں آیا۔ کوئی خدا کا بندہ کچھ کہے گا بھی تو میں اس وقت بالکل توجّہ نہیں کروں گا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اللہ رازق حقیقی ہے۔ جو آپ کو رزق پہنچاتا ہے یہاں۔ وہی وہاں بھی رزق پہنچاتا ہے۔ اور اس پر وہ قادر ہے کہ آپ سے زیادہ رزق دے اور اس نے یہ کر کے دکھایا ہے اور سو بار کر کے دکھایا ہے تو میں اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ کو کسی ادارے یا کسی تنظیم کی طرف متوجّہ کروں۔ لیکن آپ کو وہاں کی ملّتِ اسلامی کی ہم وطنوں کے آئندہ نسلوں کے ایمان کی فکر ہونی چاہیئے۔ کہ وہاں کیا کیا خطرے پیدا ہو رہے ہیں کس کس طرح ان کا ایمان خطرے میں پڑ رہا ہے وہاں کیا کیا پروگرام چل رہے ہیں، رامائن کا سیریل کئی مہینہ تک چلتا رہا۔ خود عینی مشاہدہ کرنے والوں نے مجھ سے پٹنہ میں بتلاتے ہوئے کہا کہ ہم نے دیکھا کہ رحل پہ قرآن شریف رکھے ہوئے ہیں، ان میں کچھ کھلے ہوئے ہیں کچھ بند ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی لڑکے پڑھ رہے تھے۔

ارے بھئی لڑکے کہاں گئے؟ آج جمعہ تو نہیں ہے۔ آج تو اتوار کا دن ہے۔ آخر لڑکے ہیں کہاں؟ تو کسی نے کہا کہ رامائن دیکھنے گئے ہیں۔ یہ اس بہار کے شہر پٹنہ کا واقعہ ہے جس نے ملا محب اللہ بہاری جیسے رأس العلماء استاذ العلماء اور امام العلماء پیدا کیے۔ کتنے اولیاء اللہ پیدا کئے؟

تو آپ کو تھوڑی بہت ملک کی فکر ہونی چاہیے۔ اور وہ فکر، میں معاشی و مالی فکر نہیں کہتا۔ آپ کو ذہنی فکر ہونی چاہیے آپ کے دل میں درد ہونا چاہیے کہ آئندہ نسل اسلام پر قائم رہے گی یا نہیں جس سرزمین نے ایسے ایسے مجدّدین پیدا کئے۔ جن کا فیض ہندوستان ہی نہیں۔ ہندوستان کے باہر تک پہنچا۔ میں تاریخ کے حوالے سے کہہ سکتا ہوں کہ حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ کا فیض ترکی تک پہنچا۔ آج بھی ترکی میں ان کے سلسلے کے لوگ موجود ہیں۔ مولانا خالد رومیؒ دہلی کا سفر کر کے گئے۔ انہوں نے اپنا واقعہ لکھا ہے۔ کہ مکّہ میں ہندوستان سے آئے ہوئے قافلہ سے میں نے حضرت شاہ غلام علی صاحب کا حال پوچھا دہلی کے لوگ تھے۔ انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ مجھے تعجّب ہوا۔ اتنا بڑا شیخ وقت، مربّی روحانی، اس سے یہ لوگ ناواقف ہیں اس کے بعد وہ سفر کر کے دہلی آئے اور پھر حضرت شاہ غلام علی صاحب کی مدح میں انہوں نے عربی و فارسی میں قصیدے کہے۔ مولانا رومی علامہ شامی کے استاد تھے۔ اس لئے ان کا نام سن کر حضرت

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ محدّث دہلوی جو اس زمانے کے مسند الہند، استاد العلماء اور امامِ وقت تھے۔ ان سے ملنے گئے تو حضرت شاہ ابوسعید صاحب (جو شاہ دہلوی کے شاگرد تھے) نے کہا کہ ہمارے شہر کے سب سے بڑے عالم آپ سے ملنے آئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ان سے ہمارا سلام کہنا، میں جس مقصد سے آیا ہوں اس کو پہلے حاصل کرلوں، تزکیہ نفس میرا ہو جائے تو میں خود ہی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ خیر۔ اس کے بعد جب تکمیلِ روحانی کرا کر وہ واپس گئے ہیں۔ اپنے ملک کی طرف تو حالت یہ ہوئی کہ عراق میں مور و ملخ کی طرح اور شمع پر پروانوں کی طرح سیکڑوں کی تعداد میں علماءؔ عوام گر رہے۔ کہ ہمیں اللہ کا نام سکھا دیجیے۔ ہمیں نماز پڑھنا بتلائیے ہمارے اندر روحانیت پیدا ہو اور احسان کی کیفیت پیدا ہو۔ تو مولانا رومیؒ جو ترکی و شام کے سب سے بڑے عالم تھے۔ وہ نماز پڑھنا سیکھنے کے لئے دہلی گئے، یہ وہ ملک ہے، اس ملک کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔

تو میرے بھائیو! ایک تو یہ کہ دین کے کامل ہونے کا پہلو آپ اپنے ذہن میں رکھیں۔ اس میں عقائد بھی ہیں ایک ایسا عقیدہ ہے جو شرط ہے اسلام کے لئے اس سے انحراف ارتداد کے مترادف ہے۔ عبادات و فرائض کی پابندی کیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ یہاں رہیں اس کے باوجود نماز کی پابندی نہ ہو اس سے بڑھ کر بدنصیبی کیا سکتی

ہے، پھر اس کے ساتھ آپ کی تہذیب و معاشرت بھی اسلامی ہو یہ نہیں کہ آپ رہیں سرزمینِ مقدس میں اور آپ کے گھروں میں ہر وقت ٹی وی (TV) چل رہا ہو، نمازوں کے اوقات میں لڑکے وہ دیکھ رہے ہوں۔

ومن النّاس من یشتری لھو الحدیث لیُضلّ عن سبیل اللّٰہ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے صرف نام لینا رہ گیا ہو، وڈیو اور ٹی وی کا۔ قرآن تو عربی زبان میں ہے۔ اس میں انگریزی کا لفظ کیسے آتا۔ عقل کی بات نہیں تھی۔ لیکن قرآنِ کریم کا اعجاز معلوم ہوتا ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے جو کتاب نکلی، اگر میں مسجد میں بیٹھ کر کہوں کہ اس میں ٹی وی و ڈیو کا ذکر ہے تو میں غلط نہیں کہوں گا۔ اس لئے کہ قرآن میں کہا گیا کہ من یشتری لھو الحدیث جو لوگ عربی کی بلاغت سے واقف ہیں اور اس کی زبان کا صحیح ذوق رکھتے ہیں، اہلِ زبان کی طرح، اور محض اللہ کے شکر و انعام ہے کہ ہم اس قابل ہوئے، ہمارے استاد عرب تھے۔ ہم نے ساری عربی عربوں سے پڑھی۔ الحمد للہ! تو ہم لہو الحدیث کا لطف لے رہے ہیں۔ ہمارا عربی کا ذوق لہو الحدیث کے دائرے کی وسعت کو دیکھ رہا ہے ۔ میں لفظ کا ترجمہ نہیں کر سکتا۔ حالانکہ میں لکھنؤ کا رہنے والا ہوں، میں اقرار کرتا ہوں

کر میں لہو الحدیث کے ترجمہ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

اس کے معنی ہیں باتوں کا کھیل۔ اب بتایئے ریڈیو اور وڈیو وغیرہ میں کیا ہے، اگر ہوتا کہ بہت سے لوگ کھیل کو پسند کرتے ہیں۔ کھیل کو خریدتے ہیں۔ تو اس میں وڈیو اور ٹی وی نہ آتا۔ مگر باتوں کا کھیل کہا گیا وہ یہ ہے جو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ قرنِ اول، قرنِ ثانی، قرنِ ثالث، قرنِ رابع اور پانچویں، چھٹی ساتویں، آٹھویں یہاں تک کہ میں کہوں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ذہن بھی یہاں تک نہیں گیا ہوگا (یعنی ریڈیو اور ٹی وی کی طرف) یہ قرآن کا معجزہ ہے، حدیث کا لہو۔ باتوں کا کھیل، اور وہ کیا ہے یہ وڈیو کا پروگرام۔ ٹی وی کی بولتی تصویریں، یہ وڈیو یہ ریکارڈ جو سنے جاتے ہیں، سب لہو الحدیث ہیں۔ آج سے چودہ سو برس پہلے جب یہ سب چیزیں ایجاد ہونا تو درکنار کسی نے خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔ اس وقت کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس وقت اللہ کی کتاب نے کہہ دیا۔ بہت سے لوگ ہیں جو لہو الحدیث خریدتے ہیں۔

میرے عزیزو! آپ کو کم از کم اپنے گھروں کی حفاظت کرنی چاہیے۔ اور یہ سمجھنا چاہیے کہ عقائد میں بھی ہم کو پورا مسلمان ہونا چاہیے۔ عبادات میں پورا مسلمان ہونا چاہیے۔ اور یہاں نہ ہوئے تو ہم کہاں ہوں گے۔ اس کے بعد میں یہاں تک کہتا ہوں (مجھے معاف کریں آپ حضرات) آپ جب چھٹیوں میں کسی زمانے میں ہندوستان اپنے وطن جائیں تو غیر مسلم پہچان جائیں کہ بھائی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ہندوستان میں نہیں

اس سے کسی بہتر فضا میں رہ کر آئے ہیں۔ ان کی صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ نور ٹپک رہا ہے۔ ان کی باتوں سے شہد ٹپک رہا ہے۔ ان کی نگاہوں سے حرمت اور احترام ٹپک رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عرب سے آئے ہیں۔ یہ ہونا چاہیے، نہ یہ کہ دور سے دیکھ کر آدمی کہے کہ ان کے پاس بڑا قیمتی بریف کیس ہے لگتا ہے عرب سے آئے ہیں اور پیچھے پڑ جائیں لوگ کہ وہ کہیں سے اڑا لینا چاہیے اس میں ہزاروں لاکھوں روپے کی رقم ہوگی۔ آپ بریف کیس اور لباس سے نہ پہچانے جائیں۔ بلکہ آپ پہچانے جائیں اپنی صورتوں سے سجدہ کے نشانوں سے چہرہ کی نورانیت سے، الفاظ کی حلاوت سے، خیر خواہی سے، سنجیدگی و متانت سے اور تہذیب سے، آپ سے آپ کے گھر والے متاثر ہوں، آپ جتنے دن رہیں اپنے گھروں میں (خدا مبارک کرے) ان دنوں میں ان گھروں کی فضا بدل جائے۔ اگر قرآن کی تلاوت نہیں ہوتی تھی۔ تو ہونے لگی، وہاں اگر بہت سی سنتیں متروک تھیں تو شروع ہوگئیں، وہ لوگ آپ سے شرمائیں اور کہیں کہ بھائی ہمارا جدہ کے لوگ آتے ہیں، مدینہ کے لوگ آئے ہیں، دیکھو! ریڈیو نہیں بجنا چاہیے ٹی وی یہاں نہیں ہونا چاہیے چھپ جائے۔

کہ لوگ کہیں دارے بھائی مکہ مدینہ کے لوگ آئے ہیں وہاں بہت سختی ہوتی ہے ان کو دکھاؤ ان کے زمانے میں تو اور ہونا چاہیے یہ بڑی بے حرمتی ہے اس جگہ کی، آپ کی وجہ سے وہ چیزیں

بند ہو جانی چاہئیں، آپ کے جانے سے ان لوگوں کو شرم آنی چاہیئے کہ اب موقع نہیں رہا ؛

آپ جب جائیں تو جس طرح روشنی تاریکی کو چیرتی ہے اور چیرتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ آپ کی صورتیں وہاں کے بحرِ ظلمات میں روشنی کا کام دیں، آپ کی زندگیوں میں یہیں انقلاب آنا چاہیے۔ وہاں جانے سے پہلے آپ کے اندر تبدیلیاں آنی چاہییں۔

آپ جانتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے درمیان تین چار برس کے عرصہ میں جتنی کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ امام زہریؒ جو سیدالتابعین ہیں ان کا قول ہے کہ مکہ معظمہ کے تیرہ برس کے قیام میں اور مدینہ طیبہ کے دس برس کے مبارک قیام میں اتنی کثرت سے لوگ مسلمان نہ ہوئے اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کی وجہ سے راستہ کھل گیا اور بے تکلف قریش آنے لگے مکہ معظمہ اپنے عزیزوں کے یہاں، اب ان کی جتنی راتیں گزرتیں ان کو دیکھ کر مکہ والے حیران تھے۔

اور کہتے کہ ان کا تو عالم ہی دوسرا ہے، یہاں راتوں کو لوگ اٹھتے ہیں، یہاں تو بچے بھی اٹھتے ہیں، ان کے یہاں تو جھوٹ بولنا کیا کوئی لغویات کرنا نہیں جانتا، ہر وقت اللہ رسول کی باتیں ہوتی ہیں یہاں تو اتنا ایثار ہے کہ مہمان کے لئے تھپکا کر بچوں کو بھوکا سلادیتے ہیں۔ بس وہ مسلمان ہونا شروع ہوئے کیونکہ انہوں نے

اسلام کا نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

حضرات! آپ لوگوں کے ذریعہ بھی آپ کے ملکوں میں اسلام پھیلنا چاہیے۔ یہاں سے آپ اگر مراسلہ اور رابطہ کریں تو بھی اثر دیں، خود جائیں تو پورے طور پر اثر ڈالیں ان لوگوں پر کہ آپ اس جگہ سے آئے ہیں، اپنے ساتھ برکتوں کا خزانہ لے کر آئے ہیں۔

اب میں اس سے زیادہ طول دینا نہیں چاہتا آپ اس آیت کو اپنے دل پر نقش کرلیں۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً ''

اے ایمان والو! خدا کے ساتھ صلح کرنے میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشہائے قدم کی پیروی نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، دیکھیے یہاں نقشِ قدم (واحد) استعمال نہیں کیا گیا، بلکہ خطوات الشّیطان جمع کا صیغہ لایا گیا، معلوم ہوا کہ اس کے بہت سے نقشِ قدم ہیں۔ اس میں وسعت آگئی، خواہ اعتقادی چیزیں ہوں خواہ عملی چیزیں ہوں، خواہ اخلاقی چیزیں ہوں خواہ تہذیبی چیزیں ہوں، خواہ سیاسی چیزیں ہوں سب اس میں شامل ہیں اور اس بات کا آپ خیال رکھیں کہ آج اگر ہمارے مسلم معاشرے میں یہ باتیں ہوتیں تو وہ خرابیاں پیش آرہی ہیں کہ کوئی فرق نہیں ہے

القادر پرنٹنگ پریس کراچی۔ فون: 723748